رسائل و مسائل

اوّلین مذہب انسان کا شرک تھا یا توحید

سوال۔ اسلام نے تاریخِ مذاہب کا یہ تصور جو پیش کیا ہے کہ نوعِ انسانی کا آغاز علم کی روشنی میں ہوا ہے، اور نوعِ انسانی کا ابتدائی دین توحید تھا، اور شرک اس کے بعد آیا، یہ ایک مفروضہ (ASSUMPTION) ہے۔ اس کو ثابت کیسے کیا جائے؟

جواب۔ یہ بات کہ زمین پر انسان کی زندگی کی ابتدا علم کی روشنی میں ہوئی ہے، اور آدم علیہ السلام اور اس کے بعد متصل دور کی انسانی نسل کا دین توحید پر مبنی تھا، ایک مفروضہ نہیں ہے بلکہ علمِ وحی کی دی ہوئی خبر ہے۔ اور ہم کو وحی کے ذریعہ سے علم کی ضرورت پیش ہی اس جگہ آتی ہے جہاں انسانی ذرائع معلومات ہمیں کام نہیں دیتے۔ نوعِ انسانی کے ابتدائی دین کو جاننے کا کوئی ذریعہ درحقیقت ہمارے پاس نہیں ہے، کیونکہ یہ معاملہ اس دَور سے تعلق رکھتا ہے جس کی کوئی تاریخ دنیا میں موجود نہیں ہے، نہ اس تاریخ کو جاننے کے ذرائع موجود ہیں۔ موجودہ زمانے کے لوگ اس معاملے میں علم الآثار (ARCHAEOLOGY) اور علم الانسان (ANTHROPOLOGY) پر اعتماد کرتے ہیں۔ مگر یہ دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ یہ علوم ہم کو ابتدائی انسانی زندگی کے ہر پہلو کے متعلق مکمل معلومات دیتے ہیں۔ یہ قیاسی علوم ہیں اور ظاہر ہے کہ قیاس سے جو آراء قائم کی جاتی ہیں وہ "علم" کی تعریف میں نہیں آتیں۔ جو قدیم باشندے (ABORIGINES) اس وقت دنیا میں پائے جاتے ہیں ان کے متعلق علم الانسان کے ماہرین نے یہ فرض کر لیا ہے کہ وہ آج ٹھیک اسی حالت میں ہیں جس میں ابتدائی انسان تھا۔ لیکن درحقیقت کسی علمی بنیاد پر یہ دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ وہ بعینہٖ اسی ذہنی، اخلاقی اور معاشری حالت پر قائم ہیں جو ہزارہا سال پہلے ابتدائی انسانوں کی حالت تھی۔ اس لیے مجرّد ان ذرائع علم کے اعتماد پر نہ یہ فیصلہ

کیا جا سکتا ہے کہ آغاز میں انسان کا مذہب شرک تھا اور نہ یہ کہ وہ توحید پر مبنی تھا۔ ایسے ہی مواقع پر یہ ضرورت پیش آتی ہے کہ وحی کے ذریعہ سے حقیقت اور امر واقعی کا علم ہم کو براہِ راست دیا جائے، اور یہی وہ علم ہے جو قرآن نے ہم کو دیا ہے۔

جنوں سے قرآن کا خطاب کس حیثیت سے ہے؟

سوال:- اگر جنوں کو خلافت نہیں دی گئی، اور اس کے باوجود انہیں قرآن پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے، تو وہ قرآن سے فائدہ کیسے اٹھا سکتے ہیں؟ قرآن تو انسان کی خلافتی حیثیت (ASPECT) ہی سے بحث کرتا ہے۔ پھر جنوں کا قرآن پر ایمان لانا اور عمل کرنا کس نوعیت کا ہے؟

جواب:- یہ خیال کرنا صحیح نہیں ہے کہ قرآن صرف انسانوں کی خلافتی حیثیت ہی سے بحث کرتا ہے۔ دراصل قرآن اولاً یہ بتاتا ہے کہ جس مخلوق کو عقل و تمیز دے کر کفر و ایمان، دونوں چیزوں کا اختیار عطا کر دیا گیا ہے اسے اپنے اختیار کا غلط استعمال کر کے کفر کی راہ اختیار نہیں کرنی چاہیے بلکہ خود اپنی مرضی سے بندگی کی راہ اختیار کرنی چاہیے۔ اور پھر وہ اسے تعلیم دیتا ہے کہ بندہ بن کر رہنے کے لیے اس کا طرزِ فکر و طرزِ عمل کیا ہو۔ ثانیاً وہ اس ذی عقل مخلوق کو جسے خلافت بھی دی گئی ہے، اس کے فرائض سے آگاہ کرتا ہے اور اس طرزِ عمل سے منع کرتا ہے جو اس کے مقامِ خلافت کے منافی ہے۔ جنوں کا تعلق اس تعلیم کے صرف پہلے حصے سے ہے، اور انسانوں کا تعلق دونوں حصوں سے۔

وحی اور کشف کا فرق

سوال:- میں وحی، یعنی واردات نبوت (PROPHETIC EXPERIENCE) اور کشف یعنی وارداتِ تصوف (MYSTIC EXPERIENCE) کا فرق ذرا وضاحت کے ساتھ سمجھنا چاہتا تھا

ہوں۔ سینٹ پال اپنے مکاشفے کے بل پر جو کچھ کرتا رہا ہے، اسے عیسائی وحی (REVELATION) سمجھتے ہیں۔ ہمارا موقف اس بارے میں کیا ہونا چاہیے۔

جواب ۔ وارداتِ نبوت اور صوفیانہ واردات دونوں اصطلاحیں ان لوگوں کی ایجاد کردہ ہیں جو مذہب کے اسلامی تصور سے نا آشنا ہیں اور جنہوں نے اپنی آزاد فلسفیانہ فکر سے کام لے کر اس عالم میں بادیہ پیمائی کی کوشش کی ہے جس کا درحقیقت انہیں کوئی تجربہ نہیں ہے۔ موجودہ زمانے کے مسلم مفکرین نے انہی کی اصطلاحات کو اختیار کر کے بات سمجھانے کی کوشش کی ہے، مگر اس سے بات اور اُلجھ گئی ہے۔ کیونکہ ہر اصطلاح کا ایک خاص فکری پس منظر ہوتا ہے اور جب آپ وہ اصطلاح استعمال کریں گے تو اس کو اس کے فکری پس منظر سے الگ نہ کر سکیں گے، بلکہ بسا اوقات اس اصطلاح کے ساتھ اس کا فکری پس منظر خود آپ کے ذہن پر مسلط ہو جائے گا۔ اسلام حقیقت کو بالکل صاف اور واضح شکل میں بیان کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی پر وحی نازل کر کے اسے براہِ راست صاف اور صریح شکل میں وہ علم دیتا ہے جو انسان کو حقیقت سے آگاہ کرنے اور اس کی رہنمائی کرنے کے لیے درکار ہے۔ اس علم میں کوئی اشتباہ یا التباس نہیں ہوتا۔ وہ صحیح معنوں میں "علم" ہوتا ہے۔ بخلاف اس کے نبی کے ماسوا دوسرے انسانوں کو الہام، اِلقاء یا کشف کی صورت میں جو ہدایات یا معلومات ملتی ہیں ان میں اوّل تو تعلیم بالکل واضح اور صریح نہیں ہوتی، دوسرے انسان کو قطعی طور پر یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ یہ ایک "علم" ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو دیا جا رہا ہے، تیسرے اس میں اس امر کا بھی امکان ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہوا "علم" نہ ہو بلکہ کوئی دوسری طاقت آدمی کی غلط رہنمائی کر رہی ہو، یا کم از کم یہ کہ اس میں جو دھندلی رہنمائی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کی گئی ہو اسے آدمی ٹھیک ٹھیک نہ سمجھے اور اس کے ساتھ خود اس کے اپنے خیالات اور شیطانی وساوس خلط ملط ہو جائیں۔ اس وجہ سے علمائے اسلام نے یہ کہا ہے کہ الہام و القاء کے ذریعہ سے جو رہنمائی ملے اسے لازماً نبی کے ذریعے سے آئی ہوئی رہنمائی سے مقابلہ کر کے دیکھ لینا چاہیے۔ اگر وہ اس سے مطابقت رکھتی ہو تو صحیح ہے، اور اگر اس سے مختلف ہو تو غلط ہے۔ یہ ہے اس معاملے میں صاف اور صریح بات جسے خواہ مخواہ "وارداتِ نبوت" اور "وارداتِ تصوف" کی اصطلاحیں

استعمال کر کے گنجلک بنا دیا گیا ہے۔

سینٹ پال کے بارے میں مختصراً صرف اتنا کہنا کافی سمجھتا ہوں کہ آپ انجیلوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تقریروں اور ارشادات کا گہرا مطالعہ کریں، اور پھر ان کا مقابلہ سینٹ پال کی تحریروں سے کر کے دیکھیں۔ جہاں جہاں اس کی تحریریں صریح طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ان تعلیمات سے جو خود انجیل میں موجود ہیں، متصادم ہو رہی ہوں، وہاں لازماً یہ ماننا پڑے گا کہ سینٹ پال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات سے منحرف ہو گیا ہے۔ اب یہ کام عیسائیوں کا اپنا ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صحیح مانیں یا سینٹ پال کو۔ نیز اس فرق کے واضح ہو جانے کے بعد عیسائیوں ہی کو یہ فیصلہ بھی کرنا چاہیے کہ جو باتیں سینٹ پال کی تعلیم میں ہیں اور حضرت عیسیٰ کی تعلیم میں نہیں ہیں، ان پر وہ کہاں تک اعتماد کریں۔ عقل یہ کہتی ہے کہ جس شخص کی تعلیمات متعدد امور میں حضرت عیسیٰ کی تعلیمات کے خلاف ہیں، اس کے کیے ہوئے اضافے دین میں قابلِ اعتماد نہیں ہونے چاہییں۔